



Journal of Translation studies & Multilingualism

p-ISSN: 3006-1709

e-ISSN: 3006-1717

مجلة الترجمة وتعدد اللغات

مجله برائے ترجمہ وکثیر لسانی مطالعہ



Homepage: <https://ctsm.pk.org/index.php/jtm>

Volume 01, Issue 02, March 2024

Title:	عربی سے اردو میں مستعار الفاظ: ایک معنوی تجزیہ The Borrowed Words from Arabic into Urdu: A Semantic Analysis
Author(s) & Affiliation:	Naveed ur Rehman Dawar (Lecturer in Arabic, Govt. Khawaja Fareed Graduate College, Rahim Yar Khan) naveeddawarryk@gmail.com
Published on:	2503/2024
Publisher:	Centre for Translation Studies & Multilingualism, Islamabad, Pakistan



ESJI



Abstract:

This article explores the dynamic nature of language and its constant evolution; with a particular focus on the borrowed Arabic words in Urdu, examining patterns of semantic change and their underlying causes. Given the rich historical and cultural backgrounds of both Arabic and Urdu, the significance of this theme intensifies as words go from one culturally and linguistically diverse context to a similar one. Urdu, deeply rooted in the Indian subcontinent, exhibits linguistic influences from various sources, with Arabic playing a prominent role. The research encompasses a detailed examination of the characteristics of Arabic and Urdu languages, a semantic analysis of Arabic words borrowed into Urdu, and an exploration of the factors influencing these semantic changes. Employing a descriptive and comparative research method, the study aims to unravel the intricate interplay among language, culture, semantics, and linguistic evolution.

Keywords: Borrowed words, semantic change, semantics, linguistic exchange, linguistic connection, linguistic evolution, precision, expansion, semantic transition.

1: خلاصہ

ہر زبان ارتقا اور تبدیلی کے عمل سے گزرتی رہتی ہے۔ لسانی تحقیق کا ایک اہم اور دلچسپ موضوع زبانوں کے مابین الفاظ کے لین دین اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے معنوی تغیر کا مطالعہ ہے۔ اس موضوع کی اہمیت اور بھی فزوں تر ہو جاتی ہے جب الفاظ ایک بھرپور لسانی اور ثقافتی پس منظر سے اسی طرح کے کسی دوسرے پیش منظر میں منتقل ہو رہے ہوں۔ زیر نظر مضمون میں عربی سے اردو میں مستعار لئے گئے الفاظ اور ان میں در آنے والے تغیر معنوی کی صورتوں اور ان کے اسباب کا جائزہ لیا جائے گا۔

عربی اور اردو دونوں زبانیں طویل اور بھرپور تاریخی اور ثقافتی تسلسل کی حامل ہیں۔ اردو کی جڑیں برصغیر پاک و ہند میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں اس لئے یہ گوناگوں لسانی اثرات کو بڑی خوش دلی کے ساتھ قبول کرتی ہے۔ جن زبانوں کے ساتھ اردو کا لسانی رشتہ قائم رہا ان میں عربی زبان نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ یہ لسانی تبادلہ نہ صرف ثقافتوں کے باہمی ربط کو اجاگر کرتا ہے بلکہ ایک ایسا منظر نامہ بھی سامنے رکھتا ہے جس میں ان معنوی تغیرات کا تجزیہ اور تقابلی مطالعہ ہو سکتا ہے جو الفاظ کے لسانی سرحدوں سے تجاوز کرنے پر پیدا ہوتے ہیں۔

یہ تحقیقی مقالہ جن اہم موضوعات کا احاطہ کرتا ہے وہ یہ ہیں: عربی زبان کی خصوصیات، اردو زبان کی خصوصیات، عربی سے اردو میں مستعار لئے گئے الفاظ کا معنوی تجزیہ اور اس لین دین سے پیدا ہونے والے تغیر معنوی کا مطالعہ اور اس کے اسباب کا تجزیہ۔ اس مقصد کے لئے وصفی و تقابلی منہج تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔ اس تحقیقی مطالعے سے زبان، ثقافت اور معنیات کے پیچیدہ تعامل اور لسانی ارتقا کو سمجھنے میں مدد حاصل ہوگی۔

کلیدی الفاظ: مستعار الفاظ، تغیر معنوی، معنیات، لسانی تبادلہ، لسانی رشتہ، لسانی ارتقا، معنوی تشابہ، تضمین، توسع، انتقال معنی۔



2: مقدمہ

عربی اور اردو کے مابین تاریخی تعلقات اتنے ہی قدیم ہیں جتنے عرب اور ہند کے تعلقات ہیں۔ ایک عام تاثر یہی پایا جاتا ہے کہ عرب و ہند کے تعلقات ظہورِ اسلام کے بعد عرب تاجروں کی آمد اور اسلامی فتوحات سے شروع ہوئے۔ تاہم تاریخی حقائق اس سے کچھ مختلف معلومات فراہم کرتے ہیں۔ توریت کی روایات سے علم ہوتا ہے کہ عرب تاجر مصر سے وہ چیزیں لے کر آیا کرتے تھے جو صرف ہندوستان میں پائی جاتی تھیں جس طرح کہ فولاد اور مسالہ جات ہیں (سالک، 67)۔ سید سلیمان ندوی ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ روایات کچھ زیادہ قابلِ اعتماد نہیں، تاہم ان سے یہ غلط فہمی بھر حال زائل ہو جاتی ہے کہ عرب و ہند کے تعلقات محمود غزنوی کی فتوحات کے بعد اس وقت شروع ہوئے جب مسلمانوں نے اس علاقے میں باقاعدہ طور پر سکونت اختیار کی (ندوی 44)۔ صاف ظاہر ہے کہ عربوں کے ہند سے تعلقات کم از کم دو ہزار سال قبل مسیح سے ہیں اور اگر تاریخ کا بنظرِ غائر جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی سے صدیوں پہلے مسلمان ہندوستان میں سکونت اختیار کر چکے تھے (سالک 3-4)۔¹ ابتدائے اسلام تک تو عرب و ہندوستان کے تعلقات محض تجارتی نوعیت کے رہے تاہم مرورِ زمانہ کے ساتھ یہ سیاسی، مذہبی اور علمی تعلقات میں بدل گئے۔

قرآن پاک میں ہندی الفاظ کی موجودگی بھی عرب و ہند کے باہمی تعلقات کے قدیم ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ علمائے لغت نے ایسے الفاظ کو جمع کیا ہے جن کو عربی زبان نے ہندی سے اخذ کیا مثلاً "سندل" کا لفظ جو اصل میں "چندن" تھا، "تنبول" کا لفظ جو اصل میں "تامبول" تھا اور اسی طرح "کافور" کا لفظ ہے جو اصل میں "کپور" تھا (ندوی 41)۔ یہ الفاظ ہندوستان میں پیدا ہونے والی اُن اشیاء کے ہیں جن کو عرب لوگ ہندوستان سے اپنے علاقوں میں لے جایا کرتے تھے۔ سید آزاد بلگرامی نے امام سیوطی کے حوالے سے ایسی متعدد روایات ذکر کی ہیں جن کی رو سے قرآن میں ہندی الفاظ کے پائے جانے کا علم ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال "سندس" کا لفظ ہے۔ ہندی زبان میں باریک ریشم کو "سندس" کہا جاتا ہے (بلگرامی 48-49)۔

عرب و ہند کے مابین سیاسی تعلقات کا آغاز البتہ اُس وقت ہوا جب مسلمانوں نے 93 ہجری میں محمد بن قاسم ثقفی کی قیادت میں سندھ کو فتح کیا۔ اس سلسلے میں عربوں کی طرف سے 15 ہجری میں سندھ کے علاقوں (مکران اور ملتان وغیرہ) کو فتح کرنے کے لئے بحری مہم جوئی کا آغاز ہوا اور بری مہم جوئی 23 ہجری میں شروع ہوئی۔ یہ کوششیں جاری رہی یہاں تک کہ محمد بن قاسم نے 93 ہجری² میں سندھ فتح کرتے ہوئے مغربی برصغیر (سندھ اور حالیہ پنجاب کے بعض علاقوں) میں اسلامی مملکت قائم کر دی۔ عربوں کی سندھ اور پنجاب کے بعض علاقوں پر حکمرانی 416 ہجری تک قائم رہی۔ بعد ازاں محمود غزنوی نے حملہ کرتے ہوئے سندھ اور پنجاب کے علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر لی (الطرازی 314)۔ یہ وہ کل مدت ہے جو عربوں نے برصغیر میں بطور حکمران گزاری، تاہم عرب فتوحات نے دونوں قوموں کے لئے تجارتی، علمی اور مذہبی تعلقات کا ایک وسیع میدان کھول دیا۔

یہ مغربی اور شمالی برصغیر کی مختصر حکایت تھی۔ جنوبی برصغیر (مالا بار اور کورومنڈل) میں عرب دوسری صدی ہجری میں وارد ہوئے۔ یہاں یہ لوگ بطور تاجر اور ایک نئے دین کے مبلغ کے طور پر آئے اور جنوبی ہند کے علاقوں میں سکونت اختیار کرنے لگے (سالک 70)۔ تاریخی روایات سے علم ہوتا ہے کہ

¹ - تفصیل کے لئے دیکھیں: الدكتور عبد الله مبشر الطرازی، موسوعة التاريخ الإسلامي والحضارة الإسلامية لبلاد الهند والبنجاب في عهد العرب، ج: 1، الفصل الرابع من الباب الثاني، الطبعة الأولى، 1983م۔

² - 15 ہجری تا تیسری صدی ہجری تک سندھ کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے عربوں کی مہم جوئیوں کی تفصیل جاننے کے لئے دیکھیں: أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البلاذري، فتوح البلدان، ليدن، 1866، ص: 431 تا 436 اسی طرح دیکھیں: سید سلیمان ندوی، عرب و ہند کے تعلقات، ص: 13، 17، 1930ء، ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد، ہندوستان۔ مزید دیکھیں: الدكتور أحمد محمود الساداني، تاريخ المسلمين في شبه القارة الهندية، المطبعة النموذجية بالقاهرة، ج: 1، ص: 53، 80، 1958م۔



انہوں نے یہاں کی مقامی زبان (ملیالم) سیکھنا شروع کر دی اور دوسری طرف مقامی لوگ بھی ان سے عربی سیکھنے لگے۔ ملیالم زبان عربی زبان سے بہت متاثر ہوئی اور اس نے عربی سے اچھے خاصے الفاظ مستعار لئے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ 2:331-332)۔ کچھ اسی طرح کلاسانی تبادلہ سندھ کے علاقوں میں بھی ہوا۔ اصطخری جو 340 ہجری میں ہندوستان آیا تھا اس کے بقول عربی زبان دین و ثقافت کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ بعض علاقوں مثلاً منصورہ اور ملتان وغیرہ میں روزمرہ کی زبان بن چکی تھی (الاصطخری 177)۔

1-2: عربی زبان کی خصوصیات

عربی سامی زبان ہے اور یہ دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہے۔ عربی زبان میں 28 مصمتے (Consonants) اور تین مصوتے (Vowels) ہیں۔ عربی زبان کی ایک نمایاں خصوصیت اعراب ہے۔ اعراب سے مراد الفاظ کی آخری حالت ہے۔ مختلف عوامل کے آنے سے الفاظ کا آخر تبدیل ہو جاتا ہے اور اس سے معنوی تبدیلیاں آتی ہیں۔ اعراب قدیم تمدن کی زبانوں کی خصوصیت ہے مثلاً عربی کے علاوہ آشوری، یونانی، لاطینی اور سنسکرت معرب زبانیں تھیں، لیکن انہی زبانوں سے نکلنے والی زبانیں اعراب سے بے نیاز ہو گئیں۔ مثلاً یورپ میں لاطینی سے نکلنے والی زبانیں یا ہندوستان میں سنسکرت سے نکلنے والی زبانیں غیر معرب ہیں۔ یہی حال بابلی زبانوں کی شاخوں سریانی اور کلدانی کا ہوا (احسان الحق 59)۔

عربی زبان ایک جامع زبان ہے اور اس میں نزاکت تعبیر پائی جاتی ہے۔ مختلف معانی کی ادائیگی کے لئے الگ الگ الفاظ کی کمی دکھائی نہیں دیتی۔ تجرید معنی اور انسانی جذبات کی ترجمانی کے نقطہ نظر سے عربی زبان غالباً دنیا کی سب سے زیادہ مالدار زبان ہے (احسان الحق 62)۔ عربی زبان کی ایک نمایاں خصوصیت ایجاز ہے یعنی اس میں مختصر الفاظ سے کثیر معانی ادا کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بدیع کے اسالیب، مجاز و کنایہ، استعارات کثرت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث، امثال کی کتابیں اور دیگر ادبی مصادر میں ان کو جابجا دیکھا جاسکتا ہے۔ عربی زبان میں مترادفات و تضاد کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں تعدد معانی کی خصوصیت بھی پائی جاتی ہے (القوسی 60-70)۔

2-2: اردو زبان کی خصوصیات

اردو زبان کا تعلق ہند ایرانی یا ہند آریائی خاندان سے ہے۔ عربی کی طرح یہ بھی دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہے تاہم اس کے حروف تہجی عربی کی نسبت کہیں زیادہ ہیں کیونکہ عربی مصمتے عربی، فارسی اور ہندی مصمتوں کا مجموعہ ہیں۔ آریائی قومیں جو زبانیں بولتی ہوئیں ہندوستان میں داخل ہوئیں وہ ڈھائی تین ہزار سال تک ارتقاء کی منازل طے کرتی رہی ہیں۔ ان میں تین ادوار اہم اور نمایاں ہیں: سنسکرت اور اس کی ہم عصر بولیوں کا دور، پراکرتوں کا دور، اپ بھرنشائوں کا دور۔ بعد ازاں اپ بھرنشائوں کے ارتقاء نے جدید ہند آریائی زبانوں کو وجود بخشا۔ ہند آریائی زبانوں کی پانچ شاخوں میں سے اردو زبان کا تعلق وسطی گروہ سے ہے۔ اس زبان کے لئے اردو کے لفظ کا استعمال بہت قدیم نہیں، تقریباً 200 سے کچھ زیادہ سال قبل اس زبان کو یہ نام دیا جانے لگا۔ اردو کے پرانے ناموں میں ہندی، ہندوی، ہندوستانی، دہلوی، زبان ہندوستان، لنگوا ہندوستان کا، ریختہ وغیرہ معروف ہیں (احسان الحق 20-32)۔

اردو ایک غیر معرب زبان ہے اور اس پر عربی کی گہری چھاپ ہے۔ اردو میں بیشتر الفاظ عربی اور فارسی کے ہیں اور یہ وہ الفاظ ہیں جو بول چال کی اردو میں موجود نہ تھے کیونکہ افعال و حروف اور روزمرہ زندگی سے متعلق بیشتر الفاظ ہندی الاصل ہیں۔ عربی الفاظ کی کثیر تعداد اس وقت اردو میں داخل ہوئی جب مسلمانوں نے اس میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا اور علمی و ادبی اور فنی اصطلاحیں عربی کے وسیع اور شاندار ذخیرے سے لی گئیں (احسان الحق 23)۔ البتہ نحوی لحاظ سے دیکھا جائے تو اردو کی ساخت عربی کی بجائے ہندی زبانوں اور فارسی سے متاثر ہے۔



3: مستعار الفاظ کا معنوی تجزیہ

عربی زبان سے اردو میں جو الفاظ مستعار لئے گئے وہ زیادہ تر بالواسطہ طور پر لئے گئے۔ یعنی پہلے وہ الفاظ مقامی زبانوں میں منتقل ہوئے اور وہاں سے ہوتے ہوئے اردو زبان کا حصہ بنے۔ الفاظ کے انتقال کے اس سفر میں جو معنوی تبدیلیاں رونما ہوئیں ان پر ذیل کے عنوانات کے تحت گفتگو کی جائے گی:

اول: عدم تغیر معنوی

دوم: تغیر معنوی اور اس کی صورتیں

اس کی درج ذیل ممکنہ صورتیں ہیں:

ا۔ معنوی تشابہ

ب۔ توسع

ج۔ تضییق

د۔ انتقال معنی

سوم: تغیر معنوی کے اسباب

اس عنوان کے تحت لسانی ماہرین کی طرف سے تغیر کے اسباب کے بارے میں پیش کردہ نظریات کا مطالعہ کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا عنوانات پر گفتگو سے پہلے درج ذیل امور کا ذکر کرنا ضروری ہے:

1۔ یہاں اردو میں مستعار لئے گئے الفاظ کو ان کے ساتھ جڑے ہوئے سوابق و لواحق سے الگ کرتے ہوئے ان کے معانی پر گفتگو کی جائے گی اور اس دوران ان معانی کو کچھ دیر کے لئے فراموش کر دیا جائے گا جو مستعار الفاظ کے ساتھ افعال کو لاحق کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سوابق و لواحق جو عموماً فارسی اور بسا اوقات اردو بھی ہوتے ہیں، افعال اور مستعار الفاظ میں اتنے معانی اور مفاہیم پیدا کر دیتے ہیں کہ ان کا پورے طور پر احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں رہتا۔

2۔ بلاغی، شعری اور اصطلاحی معانی کو بھی زیر بحث لانے سے گریز کیا جائے گا اور ان معانی سے بھی صرف نظر کیا جائے گا جن کو صرف کچھ مخصوص طبقات کی زبان میں استعمال کیا جاتا ہے۔

3-1: عدم تغیر معنوی

اس تحقیقی مقالے کی تیاری کے دوران تقریباً 1700 ایسے الفاظ کا مطالعہ کیا گیا جو اردو میں عربی سے آئے ہیں۔ ان میں سے 847 الفاظ کے اردو میں آنے پر ان میں کوئی معنوی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ان میں سے اکثر الفاظ دینی اور مذہبی ہیں مثلاً اعتکاف، صلوٰۃ، زکوٰۃ، دعاء، خوارج، خوارق اور تثلیث۔ اسی طرح کچھ ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو دینی اور مذہبی نہیں ہیں اور ان میں کوئی معنوی تبدیلی رونما نہیں ہوئی مثلاً: احق، تجربہ، حلق، سوال وغیرہ۔ جن الفاظ میں کوئی تغیر معنوی پیدا نہیں ہوا ان کا تجزیہ نہیں کیا جائے گا بلکہ صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جائے گا کہ ان کی دو بڑی اقسام بنتی ہیں:

پہلی قسم: وہ الفاظ جو دینی اور مذہبی ہیں۔



دوسری قسم: وہ الفاظ جو دینی اور مذہبی نہیں ہیں۔

اوپر ان دونوں کی کچھ مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ مقالے کے موضوع کا تقاضا ہے کہ اس قسم کے الفاظ کو زیر بحث نہ لایا جائے کیونکہ ان کی بجائے ان الفاظ کا تجزیہ و تحلیل زیادہ ضروری اور اہم ہے جن میں تغیر معنوی واقع ہوا ہو۔

2-3: تغیر معنوی اور اس کی صورتیں

ا۔ معنوی تشابہ

عربی سے اردو لئے جانے والے بعض مستعار الفاظ میں اس طرح کا تغیر معنوی واقع ہوتا ہے کہ عربی کے اندر اس لفظ کے معنی اور اردو میں موجود لفظ کے معنی کے مابین کسی گونہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال لفظ "محنة" ہے جو عربی زبان میں آزمائش اور سخت و کڑے حالات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بالکل یہی لفظ اردو زبان میں کسی کام کے لئے کی جانے والی جدوجہد اور کوشش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی معنی یعنی آزمائش اور سختی اور اردو معنی یعنی جدوجہد اور کوشش کے مابین ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے جو یہ ہے کہ دونوں ہی صورتوں میں انسان کو تکان لاحق ہوتی ہے۔

اسی طرح کا ایک اور لفظ "مہم" ہے۔ عربی زبان میں اس کا معنی ہے: کوئی مشکل اور تشویشناک معاملہ یعنی کوئی ایسا کام جس کو انجام دینے کے لئے بیدار ذہنی اور منصوبہ بندی درکار ہوتی ہے۔ اردو زبان میں یہی لفظ ایڈونچر (Adventure) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جنگ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ عربی اور اردو معانی کے مابین جو قدر مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام امور بہت اہم ہیں اور ان کو سرانجام دینے کے لئے بیدار ذہنی اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک اور لفظ "مشیر" ہے۔ یہ عربی زبان میں "أشار يُشير" سے ماخوذ اسم فاعل ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: أشار إليه أو أشار بيده أو نحوها۔ یعنی کسی کام کے کرنے مثلاً اندر آنے یا باہر جانے کا اشارہ کرنا۔ اسی طرح عربی میں کہا جاتا ہے: أشار عليه بكذا۔ یعنی کسی کو کوئی ایسا کام کرنے کا مشورہ دینا جو بہتر اور درست ہو۔ اردو میں یہی لفظ مشورہ دینے والے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس لفظ کے عربی اور اردو معنی کے مابین قدر مشترک بالکل واضح ہے یعنی کسی چیز یا معاملے وغیرہ کے بارے میں مشورہ دینا۔

ب۔ توسع

اس سے مراد یہ ہے کہ خاص معنی سے گریز کرتے ہوئے عام معنی کو اختیار کر لینا (فندر لیس 256) یا تخصیص کو ترک کرتے ہوئے تعمیم اپنالینا۔ انگلش زبان میں اس کی مثال لفظ "arrive" ہے۔ ابتدائی طور پر یہ لفظ بحری سفر کے بعد بندرگاہ پہنچنے کے لئے استعمال ہوتا تھا تاہم اب اس کا دائرہ استعمال وسیع ہو چکا ہے اور یہ پہنچنے کی بہت ساری انواع کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خواہ قدموں پر چل کر یا نقل مکانی کے دیگر وسائل اختیار کرتے ہوئے پہنچا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب اس لفظ میں بہت زیادہ عمومیت آچکی ہے (اولمان 165)۔

اردو میں توسع کی ایک مثال لفظ "پروانہ" ہے۔ یہ ایک چھوٹے سے کیڑے کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے دوپر ہوتے ہیں۔ یہ کیڑا روشنی اور آگ کا شید ہے یہاں تک کہ آگ میں گر کر خود کو جلا بھی لیتا ہے۔ تاہم اب اس لفظ کا دائرہ استعمال وسیع ہو چکا ہے۔ اردو میں اس کا استعمال اس عاشق یا محبت کرنے والے کے لئے بھی ہوتا ہے جو اپنی محبت میں اس حد تک سچا ہوتا ہے کہ اس کی خاطر کسی مشکل سے نہیں گھبراتا (اردو لغت 911:2-912)۔



معنوی توسع کی ایک اور مثال لفظ "بَقَّال" ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں سبزی فروش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تاہم اردو میں یہ لفظ تمام قسم کی سبزیوں کے ساتھ ساتھ دیگر اشیائے خوردنی مثلاً دال، آنا، نمک وغیرہ بیچنے والے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ معنوی توسع کی ایک اور مثال لفظ "شَفَق" ہے۔ عربی زبان میں اس سے مراد سورج کی وہ باقی ماندہ روشنی اور سرخی ہے جو رات کے آغاز میں دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اردو زبان میں اس کا استعمال وسیع ہو چکا ہے کیونکہ اردو میں اس کا اطلاق سورج کی اُس روشنی پر ہوتا ہے جو طلوع و غروب دونوں اوقات میں دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں لفظ "فَوْج" کا اطلاق لشکر یا اس کے کسی ایک حصے پر ہوتا ہے جب کہ اردو میں اس سے مراد محض لشکر لیا جاتا ہے خواہ اس کی تعداد جتنی بھی ہو۔

اوپر دی گئی مثالوں سے معلوم ہوتا ہے عربی سے اردو میں مستعار لئے گئے الفاظ میں توسع کی خصوصیت پائی جاتی ہے اگرچہ یہ الفاظ بہت کم ہیں۔ اس مقالے کی تیاری میں جو الفاظ زیر مطالعہ رہے ان میں توسع کی خصوصیت کے حامل الفاظ تقریباً بیس ہیں۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ بہت سے الفاظ میں خاص معنی، عام معنی میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور یہ تبدیلی زیادہ تر ان الفاظ میں واقع ہوتی ہے جو محسوسات پر دلالت کرتے ہیں۔³

ج۔ تَضْمِین

تضمین سے مراد توسع کا متضاد ہے یعنی عام معنی سے گریز کرتے ہوئے یا تعمیم ترک کرتے ہوئے خاص معنی اختیار کرنا یا پھر تخصیص کو اپنالینا (فندر یس 256)۔ انگلش میں اس کی ایک مثال لفظ "poison" ہے۔ پہلے پہل انگلش میں اس لفظ کا اطلاق کسی بھی مائع چیز پر ہوتا تھا تاہم بعد ازاں کچھ وجوہات کی بنا پر ہر قسم کے مائع کی بجائے صرف زہریلے مائع جات پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ چنانچہ اب اس لفظ کا اطلاق نسبتاً کم چیزوں پر ہوتا ہے حالانکہ ابتدائی طور پر اس کا اطلاق بہت ساری چیزوں پر ہوتا تھا (اولمان 165)۔

اردو زبان میں اس کی مثال لفظ "بھاشا" ہے۔ یہ لفظ انیسویں صدی تک برصغیر میں بولی جانے والی ہر زبان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ تاہم بعد ازاں اس کا دائرہ استعمال تنگ ہو گیا اور بیسویں صدی میں یہ صرف ہندی زبان کے لئے بولا جانے لگا۔ یوں اس لفظ کا دائرہ استعمال محدود ہو گیا بایں طور کہ اس کا اطلاق صرف ایک زبان یعنی ہندی کے لئے خاص ہو گیا حالانکہ ابتدا میں اس کا مفہوم وسیع اور عام تھا (اردو لغت 2:27)۔

عربی سے اردو میں لئے جانے والے مستعار الفاظ سے میں بھی یہ معنوی تغیر پایا جاتا ہے۔ لفظ "شراب" کا اطلاق عربی زبان میں ہر پی جانے والے چیز پر ہوتا ہے خواہ وہ پانی، شراب یا کوئی اور چیز ہو۔ جب کہ اردو زبان میں یہ لفظ صرف نشہ آور مشروب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ "جماعۃ" عربی زبان میں نہ صرف انسانوں کے کسی گروہ کے لئے استعمال ہوتا ہے بلکہ جانوروں کے گروہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً عربی میں کہا جاتا ہے: جماعۃ النحل۔ (شہد کی مکھیوں کا ایک گروہ)۔ تاہم اردو میں آکر اس کا معنی محدود ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں اس کا اطلاق صرف انسانوں کی جماعت اور گروہ کے لئے ہوتا ہے، جانوروں کے لئے اس کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس کی ایک اور مثال لفظ "صبح" ہے۔ عربی میں اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو صبح کو کھائی یا پی جاتی ہے (المعجم الوسیط 1:50، المنجد 414)۔ لیکن جب یہی لفظ اردو میں استعمال کیا جانے لگا تو اس کا دائرہ استعمال تنگ ہو گیا کیونکہ اردو میں یہ لفظ صرف اس شراب کے لئے بولا جاتا ہے جو صبح کو پی جاتی ہے۔ کھانے والی چیزیں اور شراب کے علاوہ دیگر پی جانے والی چیزیں سب اس لفظ کے مدلول سے خارج ہو گئیں اور یہ صرف ایک چیز کے ساتھ خاص ہو گیا۔

³۔ یہاں محسوسات کا لفظ معنویات کے متضاد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے یعنی وہ الفاظ جن کا اطلاق اشیاء پر ہوتا ہے، جب کہ معنویات سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کا اطلاق تصورات پر ہوتا ہے۔



د۔ انتقال معنی

انتقال معنی سے مراد یہ ہے کہ لفظ کے دونوں معانی کے مابین برابری قائم رہے یا عموم و خصوص کے لحاظ سے ان میں کوئی اختلاف واقع نہ ہو (فندر لیس 252)، مثلاً ظرف کا اطلاق منظر و ف پر کر دیا جائے یا محل کا اطلاق حال پر کر دیا جائے یا آلے کا اطلاق اس سے لئے جانے والے کام پر کر دیا جائے یا کسی عمل کے اسم کا اطلاق اس کے آثار و نتائج پر کر دیا جائے یا پھر ایجاد کنندہ کے نام کا استعمال اس کی ایجاد کے لئے کیا جانے لگے یا پھر مصنف کے اسم کا استعمال اس کی تصنیف کے لئے کر لیا جائے یا کسی جگہ کے نام کا اطلاق اس جگہ پر پائی جانے والے کسی چیز کے لئے کیا جانے لگے یا پھر اس کا برعکس ہو (دیکھیں: فندر لیس 252 اور اولمان 166)۔ انتقال معنی کے کئی طریقے ہیں جن کو علمائے لغت اصطلاحی طور پر مختلف نام دیتے ہیں مثلاً استعارہ، مجاز مرسل عمومی طور پر اور مجاز مرسل بوجہ مشابہت وغیرہ۔

انتقال معنی کے سلسلے میں جن الفاظ کا مطالعہ کیا گیا ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن میں عمل کے اسم کا اطلاق اس کے آثار و نتائج پر کر دیا گیا ہے۔ مثلاً لفظ "تعداد" کا عربی زبان میں مفہوم ہے: مقررہ وقفوں میں مردم شماری کرنا۔ اردو زبان میں اس کا اطلاق بذاتِ خود عدد پر ہوتا ہے۔ یعنی شمار کرنے کے عمل کو اردو زبان میں اس عمل کے آثار و نتائج یعنی عدد کے لئے استعمال کر لیا گیا ہے۔

اسی طرح اسم آلہ کا اطلاق اس سے لئے جانے والے کام پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً "آفواہ" کا لفظ عربی میں "فہم" کی جمع ہے جس کا معنی ہے "منہ"۔ اردو زبان میں یہ لفظ بے سروپا باتوں کے لئے بولا جاتا ہے جن کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ یہاں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ بے سروپا باتیں کرنے کے آلے یعنی "فہم" (منہ) کا اطلاق اس سے لئے جانے والے کام پر کیا جا رہا ہے۔

بعض اوقات کسی چیز کے نام کا استعمال اس کے وسائلِ ابلاغ میں سے کسی وسیلے کے لئے کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً لفظ "اخبار" عربی زبان میں "خبر" کی جمع ہے۔ خبر سے مراد ہر وہ بولی یا لکھی ہوئی بات ہے جس کو نقل کیا جاتا ہے یا بیان کیا جاتا ہے۔ اردو زبان میں اخبار کا لفظ عربی لفظ جریدہ (Newspaper) کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مثال میں دیکھا جاسکتا ہے کہ کسی چیز کے نام کو اس کے ذریعہ ابلاغ کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔

اوپر بیان کردہ مختلف انتقالی صورتوں میں سے پہلی صورت جس میں عمل کے اسم کا اطلاق اس کے آثار و نتائج پر کیا گیا ہے وہ عربی سے اردو میں مستعار الفاظ میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

3-3: تغیر معنوی کے اسباب

یہاں پہلے مختصر انداز میں تغیر معنوی کے ان اسباب پر گفتگو کی جائے گی جن کو علمائے لسانیات نے اپنی تحقیقات میں پیش کیا ہے اور اس کے بعد موضوع سے تعلق رکھنے والے لغوی مواد پر اس اس کی تطبیق کی جائے گی۔⁴ تغیر معنوی کا ایک سبب یہ ہے کہ بعض اوقات کسی نئے لفظ یا کسی دوسرے لفظ کی بنسبت زیادہ مناسب لفظ کی ضرورت ہوتی ہے جو مفہوم کو درست اور زیادہ اچھے انداز میں بیان کر سکے۔ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ تغیر معنوی کسی عملی

⁴ - تغیر معنوی سے متعلق مختلف نظریات کا خلاصہ پیش کرنے کے لئے سیفین اولمان کی کتاب "دور الكلمة في اللغة" سے استفادہ کیا گیا ہے۔ عربی ترجمہ: کما محمد بشر، 1962ء، ص: 155-163



ضرورت کی وجہ سے نہیں ہوتا بایں طور کہ اس تغیر سے زبان میں موجود الفاظ کی کمی کا تدارک نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ذریعے پہلے سے موجود الفاظ کے لئے ایک اور مترادف اور ہم معنی لفظ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

فرانسیسی عالم لسانیات انطوان میہ (Antoine Meillet) کی رائے میں اسباب کے تین بڑے مجموعہ جات ہیں جن کی بدولت تغیر معنوی پیدا ہوتا ہے۔ ایک مجموعہ لغوی اسباب پر مشتمل ہے۔ اس کی مثال لفظ (Constitutional) کا اطلاق طبی مقاصد کے لئے چلنے پر کرنا ہے۔ اس تغیر کا سبب محض لغوی ہے کیونکہ ان دو الفاظ یعنی Constitutional + walk کا استعمال ایک ساتھ مختلف ادوار میں ہوتا رہا۔ بعد ازاں یہ ایک دوسرے کے ساتھ اس مضبوطی سے مربوط ہو گئے اور ان میں تعلق اس قدر پُر زور ہو گیا کہ صرف پہلے جز کو ذکر کر دینے سے بھی عبارت کا پورا مفہوم ادا ہو جاتا۔

عربی زبان اس طرح کے الفاظ سے بھری ہوئی ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ عربی زبان میں کوئی لفظ یا عبارت ایک ایسا مفہوم بیان کر رہے ہوتے ہیں جس کو اول اول ایک پوری عبارت یا عبارات کا ایک مجموعہ ادا کرتا تھا لیکن بعد میں ان کی جگہ صرف ایک لفظ یا ایک مختصر عبارت استعمال ہونے لگی۔ مثلاً "الإمام الأعظم" کی عبارت کو جب فقہ یا اس سے متعلقہ علوم کی کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد الإمام الأعظم أبو حنیفة النعمان لیا جاتا ہے۔ اسی طرح "محرر المرأة" بھی ہے جس سے مراد قاسم امین لئے جاتے ہیں (اولمان 158)۔

تغیر معنوی کے اسباب کا دوسرا مجموعہ تاریخی اسباب کا حامل ہے اور تیسرا مجموعہ معاشرتی اسباب پر مشتمل ہے۔⁵ یہ تینوں اقسام یا تینوں مجموعہ جات اگرچہ تغیر معنوی کی بہت سی صورتوں پر روشنی ڈالتے ہیں تاہم یہ تغیر معنوی کی تمام صورتوں کو جامع نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے نفسیاتی عوامل بھی تغیر معنوی کا سبب بنتے ہیں جن کی ابھی تک کوئی تفسیر بیان نہیں کی جاسکی۔ سیر بار (H. Sperber) کا پیش کردہ نظریہ البتہ اس کی کو کچھ پورا کرتا ہے۔ سیر بار لغوی تغیرات اور تاریخی تغیرات کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف اور صرف تغیر کے رائج ہونے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ کسی زبان کے نظام میں کسی نئے مفہوم کے در آنے اور رائج ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے لاکھوں بولنے والوں کی طرف سے پیش آمدہ شدید مزاحمت کا سامنا کرے۔ اس کے لئے بہت زیادہ توانائی صرف کرنا پڑتی ہے، لیکن یہ توانائی آتی کہاں سے ہے؟

سیر بار کا کہنا ہے کہ یہ توانائی ان جذباتی قوتوں سے حاصل کی جاتی ہے جو کلمات کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں یا ان الفاظ کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں جو اس فکری دائرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ان فکری دوائر کو جن کے ساتھ یہ الفاظ جڑے ہوتے ہیں مراکز جاذبیت (Attraction)، مراکز توسع اور مراکز انتشار (Expansion) کا نام دیتا ہے۔ سیر بار کا خیال ہے کہ ان دوائر کے ساتھ تعلق رکھنے والی یہ جذباتی قوتیں ہی وہ بنیادی عوامل ہیں جو تغیر معنوی کا سبب بنتے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: اولمان 160-163)۔

یہاں یہ بات واضح ہے کہ سیر بار اپنے اس نظریے میں فرائڈ کے خیالات اور خاص طور پر نفسیاتی تحلیل کے نظریے سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ اس لحاظ سے اس کے اس نظریے کا بھی وہی مسئلہ ہے جو فرائڈ کی آراء میں پایا جاتا ہے کہ اس میں افق تنگ اور دائرہ کار محدود ہے۔ سیر بار کا نظریہ پیچیدہ اور پیچ در پیچ الجھے ہوئے حقائق کو بظاہر معقول و مقبول نظر آنے والے کسی ایک عامل کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ فرائڈ حقائق کو جنسی قوتوں کی طرف منسوب کرتا ہے جب کہ سیر بار ان کو جذباتی قوتوں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ بہت سے تغیر معنوی ایسے بھی ہیں جن کی تفسیر بس یہ کہہ کر کی جاسکتی ہے کہ وہ

⁵ - ان کی مثالوں کے لئے دیکھیں: اسٹیفن اولمان، ص: 158-159۔ کتاب کے مترجم نے عربی زبان کی مثالوں کا بھی ذکر کیا ہے۔



محض کچھ فی اسالیب کے وجہ سے وقوع پذیر ہوئے ہیں یا پھر الفاظ کے ساتھ محض کھلوڑ کی بنا پر واقع ہوئے ہیں۔ بہر حال اس نظریے کی جو ایک اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ اس کی رو سے کلمات کو الگ تھلک حیثیت سے اور علیحدہ طور پر زیر بحث نہیں لایا جاتا۔

تغیر معنوی کے اسباب اور عوامل سے متعلق پائے جانے والے نظریات کا یہ ایک مختصر تعارف ہے۔ اب ان نظریات کی روشنی میں عربی سے اردو میں لائے جانے والے مستعار الفاظ میں پیدا ہو جانے والے تغیر معنوی کے اسباب کا مطالعہ کیا جائے گا۔

عربی اور اردو زبانوں کے مابین فارسی یا مقامی زبانوں کے واسطے سے جو تعلق قائم ہوا اس کی ابتدا اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے دوسرے مرحلے کے اندر تقریباً بارہویں صدی ہجری میں ہوئی۔ اس وقت اردو کو ایسے الفاظ و کلمات کی اشد ضرورت تھی جن کے ذریعے مختلف اشیاء اور مسائل و قضایا کو تعبیر کیا جاسکے۔ اردو نے ان الفاظ کو نئی سامنے آنے والی اشیاء اور جدید افکار کے اظہار کے لئے مستعار لیا اور اپنے مزاج اور مخصوص معاشرتی، عملی یا ثقافتی احوال کے لحاظ سے ان کو ڈھال لیا۔ چنانچہ اردو زبان ان زبانوں میں سے ہے جو دوسری زبانوں جیسے عربی، فارسی، سنسکرت اور دیگر مقامی زبانوں سے استفادہ کرتے ہوئے پروان چڑھی۔ جونہی اردو کو کسی لفظ کی ضرورت ہوتی تو اسے کسی اور زبان اس لفظ کو مستعار لیتے ہوئے اور اس کو بلا تکلف استعمال کرنے میں چنداں پریشانی نہ ہوتی۔ اس صدی کے آغاز میں اردو کے بارے میں جو دلچسپ بات کہی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ اردو زبان الگ سے کوئی باقاعدہ زبان نہیں بلکہ یہ مختلف مزاج رکھنے والی زبانوں کا ملغوبہ ہے اور اردو کی پیدائش ان زبانوں کے ملاپ سے مغلیہ دربار میں ہوئی۔ اردو کے بارے میں یہ مشہور اور دلچسپ بات اس کے اندر موجود لچک کی غمازی کرتی ہے۔

اردو زبان میں پہلے سے موجود مفردات میں نئی مثالوں کا اضافہ بھی تغیر معنوی کا ایک سبب ہو سکتا ہے کیونکہ کسی قدر مشترک کی بنا پر ان کے اندر موجود مفاہیم یا الفاظ کے مابین تشابہ پایا جا رہا ہوتا ہے۔ اردو میں مستعار لائے جانے والے الفاظ میں ہمیں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں جن میں سے چند ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

لفظ "تکرار" جو تفعّال کے وزن پر ہے اردو زبان میں جھگڑنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے حالانکہ اس مفہوم کے لئے ایک الگ لفظ "جھگڑا" اردو زبان میں پہلے سے موجود ہے جو کہ ہندی لفظ ہے۔ اگرچہ یہ بات تو قطعی انداز میں نہیں بتائی جاسکتی کہ "جھگڑا" کا لفظ اردو زبان میں فلاں سال داخل ہوا تاہم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اردو زبان میں اس کا دخول لفظ "تکرار" سے پہلے ہوا کیونکہ اردو اور ہندی زبان کا باہم میل جول، اردو کے عربی کے ساتھ میل جول سے کئی صدیاں قبل شروع ہو گیا تھا۔ بعض علما کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ اردو اور ہندی دونوں ایک ہی زبان تھیں۔

یہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ اس طرح کے الفاظ یعنی وہ الفاظ جو اردو میں بنا کسی ضرورت کے داخل ہو گئے اور ان کے معانی میں تغیر آ گیا وہ ان الفاظ کے مقابلے میں بہت کم ہیں جن کو اردو زبان نے ازراہ ضرورت مستعار لیا اور ان میں کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ انطوان میہ جن اسباب کو معاشرتی اسباب کا نام دیتا ہے وہ بھی عربی سے مستعار لائے جانے والے الفاظ میں ہونے والے تغیر معنوی کا ایک عامل ہیں۔ مثلاً "لغة" کا لفظ اردو زبان میں اس کتاب کے لئے بولا جاتا ہے جس میں کسی زبان کے کلمات و مفردات دیئے ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے مختلف معانی کی وضاحت کی گئی ہوتی ہے۔ عربی میں اس کے لئے "المعجم" اور "القاموس" کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اس مثال میں دیکھا جاسکتا ہے کہ ایک عام لفظ اردو میں آکر ایک اصطلاح بن گیا۔

⁶۔ یعنی عمومی یا خصوصی معانی کے لئے زبان میں مشترک پیشہ ورانہ یا فنی اصطلاحات کا استعمال



وہ کلمات جن میں معاشرتی اسباب کی بدولت تغیر معنوی پیدا ہوتا ہے ان میں سے اکثر وہ ہیں جن کو "تضییق" کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے اور ماہرین لسانیات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں (اولمان 160)۔

"توسع" میں بھی اس عامل کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً لفظ "بیاض" کے عربی زبان میں جو معانی ہیں ان میں سے ایک "ورق" ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: آتني دواة وبيضا (مجھے دوات اور ورق دو)۔ تاہم اردو زبان میں اس لفظ کو اس ذاتی ڈائری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی شاعر اپنے اشعار یا دیگر شعراء کے اشعار درج کرتا ہے۔ اس مثال میں دیکھا جاسکتا ہے کہ عربی زبان کا ایک عام لفظ اردو میں آکر شعرا کے ماحول میں تقریباً ایک اصلاح کا رنگ اختیار کر گیا۔

تغیر معنوی کا ایک اور سبب کثرت استعمال ہے۔ اس سبب کا اطلاق زبان میں در آنے والی ہر قسم کی تبدیلی پر کیا جاسکتا ہے خواہ وہ تبدیلی اصوات میں ہو، صرف میں ہو، نحو میں ہو یا معنی میں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی لفظ کو بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے تو اس میں تمام لغوی سطحوں پر تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ اگر اس کا استعمال کم ہو تو پھر یا تو یہ لغوی تغیرات بہت ہی کم ہوتے ہیں یا سرے سے واقع ہی نہیں ہوتے۔ تاہم یہ بات ملحوظ رہے کہ قلت استعمال بعض اوقات لفظ کے معنی یا اس کی لغوی تعبیر میں غلطی بھی پیدا کر دیتی ہے۔ بسا اوقات تو انفرادی یا اجتماعی سطح پر اس نئے لفظ کی بنا پڑ جاتی ہے اور یہی غلط مفہوم زبان میں رائج ہو جاتا ہے اور اسے درست سمجھا جانے لگتا ہے۔ تاہم ایسا صرف انہی الفاظ میں ہوتا ہے جو بہت محدود پیمانے پر استعمال ہوتے ہیں اور بعض دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں (اولمان 160)۔

4: اختتامیہ

اس تحقیقی مقالے کا مقصد عربی سے اردو میں مستعار لے جانے والے الفاظ میں پیدا ہونے والے معنوی تغیرات کا مطالعہ کرنا تھا۔ مقالے میں تغیر معنوی کی مختلف صورتوں اور ان کے پیدا ہونے کے اسباب کا جائزہ لیا گیا اور عربی سے اردو میں آنے والے الفاظ میں ان معنوی تغیر کی صورتوں کی مثالوں کو بیان کرتے ہوئے ان کا تقابلی انداز میں تجزیہ کیا گیا۔ اس تحقیقی مقالے سے سامنے آنے والے نتائج عربی اور اردو دونوں زبانوں کے باہمی تعامل کی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسی منہج پر مزید تحقیق کے لئے سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

5: نتائج

زیر مطالعہ لغوی مواد سے جو نتائج سامنے آئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- 1- اردو زبان نے بہت سے عربی الفاظ کو مستعار لیا۔ ان میں سے زیادہ تر کو فارسی کے واسطے سے اور بعض کو دیگر مقامی زبانوں کے واسطے سے لیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخی لحاظ سے عربی زبان اور اردو زبان کا براہ راست باہمی لین دین کا تعلق کبھی قائم نہیں ہوا۔
- 2- بہت سے مستعار الفاظ میں کوئی تغیر معنوی واقع نہیں ہوا۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو دینی یا مذہبی یا اس طرح کی کوئی دیگر چھاپ رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ بالکل اسی معنی میں اردو میں استعمال ہوتے ہیں جس معنی میں عربی میں استعمال ہوتے ہیں۔



3- بعض مستعار الفاظ کے مابین معنوی تشابہ پایا جاتا ہے۔ یعنی ان الفاظ کے عربی اور اردو معنی میں اگرچہ کچھ تغیر واقع ہوا ہوتا ہے تاہم ان میں ایک گونہ مشابہت بھی موجود رہتی ہے۔ مثلاً لفظ "حِجَنَة" عربی زبان میں آزمائش اور سختی کے لئے استعمال ہوتا ہے جب کہ اردو میں یہ جدوجہد اور کاوش کا معنی دیتا ہے۔ تاہم دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ "حِجَنَة" دونوں معنی کے لحاظ سے تکان کا باعث ہوتی ہے۔

4- بعض مستعار الفاظ کے معانی میں توسع کارجان پایا جاتا ہے تاہم ایسے الفاظ تغیر معنوی کی دیگر صورتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ مثلاً عربی میں لفظ "بَقَال" سبزی فروش کے لئے استعمال ہوتا ہے تاہم اردو میں یہ لفظ سبزی فروش کے ساتھ ساتھ دیگر اشیائے خوردنی فروخت کرنے والوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

5- عربی سے اردو میں لئے جانے والے کچھ مستعار الفاظ کے مفہوم میں تضییق کارجان پایا جاتا ہے۔ مثلاً لفظ "شَرَاب" کا استعمال عربی زبان میں ہر قسم کے مشروب کے لئے ہوتا ہے تاہم اردو زبان میں آکر یہ لفظ صرف نشہ آور مشروب کے لئے استعمال ہونے لگا۔

6- کچھ مستعار الفاظ میں انتقال معنی ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں زبانوں میں معنی کے لحاظ سے برابری قائم رہتی ہے تاہم استعمال کے لحاظ سے کچھ تبدیلی آجاتی ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آلے کا اطلاق اس آلے سے لئے جانے والے کام پر کر دیا جائے۔ مثلاً لفظ "أَفْوَاح" کا اطلاق بے سرو پا باتوں کے لئے کرنا۔

7- مستعار الفاظ میں تغیر معنوی کے اہم عوامل یہ ہیں:

الف: کسی نئے لفظ کی ضرورت یا پھر کسی ایسے لفظ کی ضرورت جو پہلے سے موجود لفظ کے مقابلے میں زیر نظر مفہوم کو ادا کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہو۔
ب: اردو میں پہلے سے موجود الفاظ کے ذخیرے میں کچھ نئے مترادفات کا اضافہ

ج: معاشرتی اسباب

د: کثرت استعمال

6: تحقیقی سفارشات

- مختلف ادوار میں عربی سے اردو میں مستعار لئے جانے والے الفاظ کا تاریخی تناظر میں تجزیہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ زمانی لحاظ سے معنوی ارتقا کس طرح رونما ہوتا ہے اور کس طرح معنوی تغیر واقع ہوتے ہیں۔
- متون کے وسیع ذخیرے کا کارپس کی مدد سے تجزیہ کیا جائے۔ اس سے مستعار الفاظ کے تناسب استعمال اور مختلف سیاق و سباق کے لحاظ سے ان میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو جاننے اور ان کو زیادہ جامع اور درست انداز میں سمجھنے کا موقع فراہم ہوگا۔
- اردو اور ان زبانوں کے مابین تقابلی مطالعہ کیا جائے جن میں الفاظ کو عربی سے مستعار لیا گیا۔ اس سے یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ آیا اردو میں پیدا ہونے والی معنوی تبدیلیاں صرف اسی کے ساتھ خاص ہیں یا متعدد زبانوں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں۔
- مستعار الفاظ میں پیدا ہونے والے تغیر معنوی پر سماجی اور ثقافتی عوامل کے اثرات کو دریافت کرنے کی کوشش اور یہ جاننے کی سعی کی جائے کہ کس طرح مختلف ادوار میں معاشرتی اور ثقافتی اقدار و روایات میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں تغیر معنوی کا سبب بن جاتی ہیں۔



- ادب، سائنس اور ٹیکنالوجی جیسے مخصوص میدانوں میں عربی سے مستعار لئے گئے الفاظ کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا جائے کہ ان الفاظ نے کس طرح ایک ہی زبان کے مختلف میدانوں میں خود کو ڈھالا اور اس عمل سے ان میں کیا کیا معنوی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔
- اس امر کا مطالعہ کیا جائے کہ اردو دان طبقے میں مستعار الفاظ کس درجے پر سمجھے جاتے ہیں اور وہ ان کو کس حد تک قبول کرتے ہیں اور یہ بھی کہ آیا کوئی ایسی مخصوص معنوی تبدیلیاں بھی پائی جاتی ہیں جو اردو دان طبقے کے ہاں زیادہ مقبول ہوتی ہیں یا پھر ان کو بالکل بھی قبول نہیں کیا جاتا؟

7: حوالہ جات

1. "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" لاہور: دانش گاہ، 1966ء۔
2. "اردو لغت"، کراچی: ترقی اردو بورڈ، 1981ء۔
3. ابراہیم انیس ودیگر، "المعجم الوسیط"، مصر، 1972ء۔
4. الاصلطخری، ابواسحاق ابراہیم بن محمد، "مسالک الممالک" لیڈن، 1927ء۔
5. البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، "فتوح البلدان"، لیڈن، 1866ء۔
6. بگلرامی، سید آزاد، "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان"، تاریخ اشاعت غیر مذکور۔
7. ڈاکٹر احسان الحق، "اردو عربی کے لسانی رشتے"، کراچی: قرطاس، 2005ء۔
8. الساداتی، ڈاکٹر احمد محمود، "تاریخ المسلمین فی شبه القارة الهندية"، القاہرہ، 1958ء۔
9. سالک، عبد المجید، "مسلمان ثقافت ہندوستان میں" لاہور: ادارہ ثقافت، 1982ء۔
10. اسٹیفن اولمان، "دور الكلمة فی اللغة"، عربی ترجمہ: کمال بشر، 1962ء۔
11. الطرازی، عبد اللہ مبشر، "موسوعة التاريخ الإسلامي والحضارة الإسلامية لبلاد السند والبنجاب"، بیروت: اشاعت اول، 1983ء۔
12. فندرلیس، "اللغة". ترجمہ: عبد الحمید الدواخلی اور محمد القصاص، دسمبر 1950ء، مصر: مکتبۃ الأنجلو المصریة۔
13. القوسی، محمد عبدالشانی، "عبقریة اللغة العربیة". منشورات المنظمة الإسلامية للتربية والعلوم والثقافة (إیسیسکو)، 2016ء۔
14. الیسوعی، لوئیس معلوف، المنجد، بیروت، 1916ء۔
15. ندوی، سید سلیمان، "عرب و ہند کے تعلقات"، لاہور: مشعل بکس، 2004ء۔

